حرفِ نارسیده
POST
از قلم عیشته الراضیه

" پیش لفظ "

کبھی کبھی کچھ کہانیاں دل میں جنم لیتی ہیں... خاموشی سے، آہستہ آہستہ... جیسے رات کی گود میں کوئی خواب پل رہا ہو۔
یہ افسانہ بھی ایسا ہی ہے۔ نہ یہ مکمل ہے، نہ ادھورا... بس دل کے کسی کونے میں چھپا ایک جذبہ ہے جو لفظوں کی صورت بہہ نکلا ہے۔
یہ کہانی ہے اُن لمحوں کی... جنہیں ہم جیتے تو ہیں، مگر کبھی کہہ نہیں پاتے۔
یہ میرا پہلا افسانہ ہے...
جو میں نے زندگی کے اس خواب آلود موسم میں لکھا،
جہاں جذبات، لفظوں سے پہلے آنکھوں میں تیرتے ہیں۔
شاید جب میں وقت کے اور صفحے پلٹوں تو یہ افسانہ مجھے ناپختہ لگے —
مگر ابھی... یہ میرے دل کے بہت قریب ہے۔
اتنا قریب، جیسے کوئی پرانا خط جو سالوں بعد بھیگی آنکھوں سے پڑھا جائے۔
اگر آپ نے کبھی کسی خط کا انتظار کیا ہے...
یا کسی ان کہی بات سے ٹوٹے ہیں...
تو یہ افسانہ آپ کا ہے ۔۔!!

لائبریری کا پچھلا کمرہ ہمیشہ کی طرح نیم تاریک تھا۔ کمرے میں چھت کے پنکھے کی ہلکی سی چُوں چُوں، دیوار پر پیپل کے پتوں کا سایہ، اور ایک پرانی الماری کے نیچے جمع گرد... سب کچھ ویسا ہی تھا جیسا ہر روز وہ دیکھتی تھی۔ اُس نے میز پر رکھا کپ اٹھایا، چائے سرد ہو چکی تھی۔ دیوار کی گھڑی بند تھی، لیکن اُسے وقت کا اندازہ تھا... جیسے وہ برسوں سے لمحے گِن رہی ہو، بغیر سُوئیوں کے۔ پھر موٹی جلد والی پرانی ڈائری... آج بھی کچھ لکھے بنا ہی بند کر دی۔ جانے کیوں اب لفظ جڑتے تو تھے مگر پروئے نہیں جاتے تھے...!! اب وہ اپنی چیزیں سمیٹنے لگی۔ بھورا اُونی کوٹ ایک، مختصر سا پرس جس میں کچھ قلم اور لائبریری کی اہم رسیدیں تھیں۔ پھر صدر دروازے کے پاس رکھا نیلا چھاتا اٹھایا اور لکڑی کا بھاری دروازہ کھولا۔

مختصر سی پتھروں سے بنی روش جس کے اختتام پر زنگ آلود سُلاخ دار آہنی گیٹ لگا تھا۔ روش کے دونوں جانب اُگی گھاس اور اُس پر کھڑے اناروں کے چند پیڑ۔ لائبریری کی پتھروں سے بنی عمارت کے عقبی جانب پرانا پیپل کھڑا تھا—جُھکا ہوا، خاموش اور ہر موسم کی چھاؤں لیے ہوئے۔ اُس کے نیچے ایک زنگ آلود میل باکس پڑا تھا... چھوٹا سا، جیسے کسی بھولے بسرے وقت کی باقیات! وہ روز وہاں سے گزرتی جیسے محض اتفاق ہو۔ مگر آج اُس نے چلتے چلتے ٹھٹھک کر درخت کی طرف دیکھا۔ پیپل کی شاخیں ہوا میں لرز رہی تھیں جیسے کوئی خاموش پیغام دے رہی ہوں۔ اُس نے آہستہ سے میل باکس کا ڈھکن کھولا... اندر تہ شدہ کاغذ رکھا تھا..
پرانا مگر صاف، جیسے لفظ ابھی ابھی لکھے ہوں۔

خط... ایک اور خاموش خط!

اُس کی انگلیاں اُس کاغذ پر ٹھہری رہیں...

اور دل میں وہی سوال بے آواز دھڑکا...

"آج کیا لکھا ہوگا...؟"

پھر اُس صفحے کی تہ کھولی...

"لفظوں سے دور رہنے لگی ہو... کیا خود سے بھی؟"

نیلی روشنائی سے لکھا گیا صاف جملہ...
اُس نے صفحہ پلٹا...

"پیاری اُفق کے نام"

ہمیشہ کی طرح قاصد ایک اور بے نام پہیلی اُسے تھما گیا تھا۔
اُس نے خاموشی سے اُس کی تہ دوبارہ لگا کر پرس میں رکھا۔ اور گھر کی جانب چل دی۔

فضا میں معمول کی خنکی چھائی تھی۔ نم آلود ہوا سے اُس کی ناک سُرخ ہونے لگی تو اُس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے مفلر نکالا اور اُسے گردن کے گرد اچھی طرح لپیٹ لیا۔ اس مرطوب علاقے کی پتھریلی گلیاں ہمیشہ گیلی رہتی تھیں... ان گلیوں میں بارش دیر سے رُخصت ہوتی تھی... اور دھوپ کبھی پوری چھن کر نہیں آتی تھی... ایسا لگتا تھا جیسے یہ علاقہ بھی اُفق جیسا تھا... خاموش، پُرانا اور ہر سوال کا جواب اپنی نم مٹی میں دفن کیے ہوئے...!!

اس علاقے میں سب گھر ایک ہی طرز پر بنائے گئے تھے، لکڑی کے بھاری دروازے، پتھر کی چاردیواری، چھوٹا سا صحن، کُھلی چھتیں اور پودے...!! کیونکہ یہاں پودوں کو پانی دینے کی دقّت تو نہ تھی، موسمی بارشیں یہ کام بخوبی کر دیتی تھیں۔

لکڑی کا دروازہ دھکیلتی، چھوٹا سا صحن پار کرتی جس میں پھولوں کی کیاریاں اور سبز پودے لگے تھے، وہ سُرمئی ستونوں والے برآمدے میں رُکی۔ بائیں طرف لگی کھونٹی سے بھورا کوٹ اور چھاتا لٹکا دیا۔ گو کہ آج اس کی ضرورت نہیں پڑی تھی، مگر رات بارش ہوگی اور صبح کی رِم جِھم کے لیے اس کی ضرورت تھی۔ پھر لانگ بوٹس اُتار کر ریک کے ساتھ رکھے جن پر اب کیچڑ لگا تھا۔
پھر کچن کی طرف بڑھی۔ صبح کے برتن یوں ہی رکھے تھے۔ بازو چڑھا لیے اور نل کھول دیا۔ فضا کی نمی ان گھروں میں گُھس گئی تھی۔ یہاں تک کہ مصالحوں کے ڈبوں میں بھی۔ انھیں سُکھانے کی ضرورت تھی۔

لکڑی کا دروازہ دھکیلتی، چھوٹا سا صحن پار کرتی جس میں پھولوں کی کیاریاں اور سبز پودے لگے

تھے، وہ سُرمئی ستونوں والے برآمدے میں رُکی۔ بائیں طرف لگی کھونٹی سے بھورا کوٹ اور چھاتا لٹکا دیا۔ گو کہ آج اس کی ضرورت نہیں پڑی تھی، مگر رات بارش ہوگی اور صبح کی رِم جِھم کے لیے اس کی ضرورت تھی۔ پھر لانگ بوٹس اُتار کر ریک کے ساتھ رکھے جن پر اب کیچڑ لگا تھا۔
پھر کچن کی طرف بڑھی۔ صبح کے برتن یوں ہی رکھے تھے۔ بازو چڑھا لیے اور نل کھول دیا۔ فضا کی نمی ان گھروں میں گُھس گئی تھی۔ یہاں تک کہ مصالحوں کے ڈبوں میں بھی۔ انھیں سُکھانے کی ضرورت تھی۔
شاید ماں کے بعد ہر چیز میں نمی بڑھ گئی تھی... اتنی کہ سب کچھ وزنی ہو گیا تھا۔
اب اُس کے کندھے اس وزن کو نہیں سہہ سکتے تھے۔
گیلے برتن خشک کرنے کے بعد اُس نے چولہا جلا دیا۔ ٹھنڈک کچھ حد تک کم ہو گئی۔
جب سے ماں کی نرم گرم محبت اس گھر سے رخصت ہوئی تھی، گویا یاسیت بھری دُھند یہاں ہر وقت چھائی رہتی۔
وہ اپنے ساتھ سب روشنیاں لے گئی تھی...
اب صرف سردی تھی اور اندھیرا... اور وہ... اُس کی مکین!
یخنی بنانے کی غرض سے اُس نے ہانڈی چولہے پر چڑھا دی... اور سبزی کاٹنے لگی...
اُس نے یخنی بنانا "ماں" سے سیکھا تھا، وہ عادی تھی... اُن کے لمس کی، ہلکی پھلکی ڈانٹ کی، ڈھیر ساری محبت کی... اور... اور اُس بے نام سی خاموشی کی... جو اُن کی آنکھوں میں کسی محرومی کی طرح چبھتی رہتی۔ لیکن تب وہ بہت چھوٹی تھی، اُس خاموشی کو یوں ہی چپ چاپ سمجھنے کے لیے۔
اُس کی ماں اُس کے لیے سب کچھ تھی—اُس کی واحد سہیلی، پہلی محبت اور آخری سہارا...!!
اور وہ آخری سہارا... اُس کی ماں چلی گئی تھی...
اور باپ...!!

نہیں... وہ تو بہت پہلے جا چکا تھا...
ماں کی خاموشیوں سے جھگڑ کر...
دروازہ زور سے بند کر کے،
اس چھوٹے سے پتھریلے گھر سے...
محبت کا آخری چراغ لے کر نکل چکا تھا...!!!

....

گیلی پتھروں سے بنی چھوٹی سی بستی پر شام اپنے پر پھیلا چکی تھی۔ پتھریلی گلیوں کے بیچ کھڑا بارش کا پانی سنہرا سا ہونے لگا تھا۔ کمرے میں بنے چھوٹے سے آتش دان میں جلتی لکڑیاں چٹخ رہیں تھیں، اور وہ وہیں میرون قالین پر تکیہ لگائے کتاب پڑھنے میں مصروف تھی۔ پھر جیسے کچھ یاد آنے پر پرس اٹھا لائی۔ اُس میں سے صبح والی چِٹھی نکالی۔

"لفظوں سے دور رہنے لگی ہو... کیا خود سے بھی؟"

کوئی تھا... جو اُس کے بہت قریب تھا... یا شاید اُس پر نظر رکھے ہوئے تھا...!!
وہ کیسے اُس کے دل تک کا حال جان لیتا تھا؟... وہ ان دنوں لکھ نہیں پا رہی تھی... وہ کیسے جانتا تھا؟

پھر وہ اٹھی اور رائٹنگ ٹیبل تک آئی۔ پھر اُس کے نچلے دراز میں اُس چِٹھی کو ڈال دیا۔ اور بھی بہت سی چِٹھیوں کے ساتھ...!!

باہر اب ہلکی ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی...

پہلی چِٹھی اُسے اپنے اٹھارویں جنم دن پر ملی تھی۔ پارسل موصول ہوا تو وہ اُسے ماں کے پاس لے آئی تھی۔ وہ ایک سیاہ سر ورق کی ڈائری تھی۔ جس کے پہلے صفحے پر سیاہ روشنائی سے لکھا تھا...

"جنم دن مبارک ہو... پیاری اُفق!!"

ہر لکھاری کی طرح اُسے بھی وہ ڈائری دل کو بھا گئی۔ مگر اُس کے کسی صفحے میں اڑسی چِٹھی کا اُسے کئی دن بعد پتا چلا۔

"اگر تمہیں یہ ختم موصول ہو چکا ہے تو جان لو... خاموشیاں بھی اپنا رستہ بنا لیتی ہیں...!!"

اُس نے ماں کو دکھائی...
مگر وہ دونوں ہی نہ جانتی تھیں... کہ کیا کیا جانا چاہیے؟
مگر کچھ دن بعد پھر کوئی دروازے کی درز میں لفافہ چھوڑ گیا تو اُس نے ماں کے چہرے پر تشویش دیکھی...

"اُس ڈائری کے صفحے خالی نہ رہنے دینا... کبھی کبھی چیزیں ہم سے زیادہ ہماری کہانیوں کو سنبھالتی ہیں۔"

اگلے ہفتے ایک اور چِٹھی... اور پھر ایک اور...

"میں نے تمہیں اُس دن روتے دیکھا... جب تم نے سیڑھیوں پر بیٹھ کر آنکھیں پونچھیں اور خود سے کہا 'بس، اب ٹھیک ہوں'..."

"کل تم نے یخنی میں نمک زیادہ ڈال دیا تھا... تمہیں غصہ آیا مگر تم نے کسی سے کچھ نہ کہا... مگر میں نے وہ خاموشی بھی سن لی۔"

"تم جب گلاب کے پودے کو پانی دیتی ہو تو خود بھی تھوڑی دیر اُس جیسی لگتی ہو... نرم، تھوڑی جھکی ہوئی اور خاموش۔"

"کیا تم نے وہ نیلا سویٹر پہننا چھوڑ دیا ہے؟ وہ تمہارے جیسا تھا... اُداس اور گہرا...!!"

اور ایسی کئی چٹھیاں...

"پیاری اُفق کے نام!"

جیسے جیسے چٹھیاں بڑھتی گئیں، ماں کی تشویش کم ہوتی گئی... اور اُن کے چہرے پر سکون چھا گیا۔
شاید وہ اسے بے ضرر سمجھتی تھیں...
یا شاید وہ کچھ بھانپ گئی تھیں...
جو ابھی اُفق کے تخیل سے پرے تھا...!!

ماں اُسی خاموشی کے ساتھ چلی گئیں... مگر چٹھیاں آتی رہیں... ہر ہفتہ اور اتوار...!!
بے نام، خاموش اور کچھ جتاتی ہوئیں،
کبھی حوصلہ دیتی ہوئیں تو کبھی مہربان سی تاکید!
اُسے محسوس ہوتا کہ وہ کسی کے بےضرر سے حصار میں ہے...
اور آہستہ آہستہ یہ احساس ایک بےنام سے تعلق میں بدلتا گیا...
جیسے کوئی بہت قریبی... مگر نظروں سے دور!
مگر وہ نہ کبھی اس دوری کو ختم کر سکی تھی، نہ ہی جوابی چٹھی دے سکی تھی...!!

کھڑکی کے بنفشی پردوں کے پار بارش زوروں سے برس رہی تھی۔
اُس نے آتش دان کی آگ بجھا دی... اور دہکتے کوئلوں کو چھوڑ کر بستر میں آ لیٹی۔
رائٹنگ ٹیبل کے نچلے دراز میں پڑی چٹھیاں...
باہر تیز بارش کو سنتی رہیں۔

....

پچھلی شب بادل جم کر برسے تھے۔ پہاڑی سا کائی زدہ علاقہ مزید گیلا ہو گیا تھا۔ اُفق کے چھوٹے سے گھر میں بھی نئے دن کی روشنی پھیلنے لگی تھی۔ غالباً آج اتوار تھا... آج اُسے لائبریری نہیں

جانا تھا۔ آج اُسے گھر کے کام نمٹانے تھے۔ خشک مصالحوں کو سُکھانا تھا، کپڑے دھونے تھے اور پودوں کو بھی تو اب دھوپ کی ضرورت تھی...!!

"مگر خُدا کرے آج سورج خوب چمکے..."

اُس نے دھیرے سے کھڑکی کا پردہ ہٹایا...
تو سورج کی زرد کرنیں تیزی سے چھن کر کمرے کو روشن کرنے لگیں۔
وہ ہولے سے مُسکرا دی...!!آج اُسے دن بھر ماں کی یاد آنی تھی...!!وہ گھر میں ہوتی تو ماں کی یادیں اُسے گھیرے رکھتیں۔
"وہ ہوتیں تو یوں کرتیں... وہ ہوتیں تو یوں کہتیں...!!
کئی دن بعد آج سورج خوب چمکا تو ساری بستی جیسے نکھر سی گئی تھی... اُفق کے گھر کی طرح۔وہ تمام پودوں کو دھوپ لگوانے چھت پر لے گئی تھی، سوائے گلابوں کی کیاریوں کے... کیونکہ وہ بہت وزنی تھیں۔ماں ہوتیں تو وہ مل کر اُنہیں چھت پر لے جاتیں۔

گیلے بالوں کو کمر پر ڈالے وہ باورچی خانے میں اُٹھتی بھاپ کے درمیان کھڑی تھی...جب کسی نے بھاری لکڑی میں نصب آہنی کُنڈا ہلا کر دستک دی۔وہ اس دستک کو پہچانتی تھی...

ایک اور خط...!!

وہ صحن میں آئی تو دروازے کی درز سے ایک لفافہ جھانک رہا تھا۔اُس نے جھک کر اُسے اُٹھا لیا... اور تہ شدہ کاغذ نکالا۔

"تم نے چھت پر راتیں گزارنا چھوڑ دیں؟تمہیں ستاروں سے باتیں کرنا آتی تھیں...!!"

صفحہ پلٹا...

"پیاری اُفق کے نام!"

اس دفعہ سیاہ روشنائی استعمال کی گئی تھی۔

دن کے اختتام پر اُس نے اپنے لیے چائے بنائی۔اگر آج بادل نہ برسے، تو وہ چھت پر جائے...اور اُس اجنبی کا گلہ دور کرے۔مگر بادل پھر سے جمع ہونے لگے تھے...
اور پھر پچھلی شب کی طرح یہ شب بھی بھیگتی رہی۔
مگر اُس دراز میں ایک چٹھی کا اضافہ ہو چکا تھا۔

....

"کل میں نے ماں کوبہت یاد کیا"
اُس نے ڈائری کھولی تو لفظ جوڑنے نہیں پڑے...بس قلم خود چلنے لگا.

..آج اُس کی آنکھ دیر سے کھلی تھی۔ناشتے کا تکلّف کیے بغیر ہی وہ تیار ہونے لگی تھی۔اُسے لائبریری پہنچنے کی جلدی تھی۔

"مگر ماں کی یاد اُس شخص کی یاد سے جُڑی ہے جسے میں یاد کرنا نہیں چاہتی۔یاد کرنے کو کچھ ہے بھی تو نہیں... بس ایک دھندلا سا عکس!"

رات کی بارش سے صبح میں ہلکی سی رم جھم شامل تھی۔اُس نے چھاتا تان لیا۔اور تیز قدم اُٹھانے لگی...

"باپ کے نام پر ایک آخری یادداشت جو میرے ذہن نے بُنی، وہ بہت دھندلی مگر واضح ہے۔ایک ان کہی سی تلخی اور بدگمانیوں کی دُھند اس پتھریلی چار دیواری میں زم ہو گئی تھی۔ایسی سردی جو لحاف سے نہیں جاتی...اور ایسی تلخی جسے الفاظ نے کبھی نہیں چُھوا۔بس کئی پہر یوں ہی خفا سِرکتے رہتے...وہ گھر، وہ کمرے، وہ دروازے...ماں خاموشی سے سب سنبھالتی رہیں۔اور میں... بس اُن خاموشیوں کو جمع کرتی رہی۔ماں اور اس کا باپ وہ دونوں ایک چھت کے نیچے ضرور تھے...مگر ایک ساتھ نہیں...
جیسے دو خاموش بستیاں...!!
اور اُن کے بیچ تلخی کا ایک طویل صحرا...
شاید اسی لیے جب وہ گیا تو آواز دروازے کی تھی... دل کی نہیں۔
مگر ماں کی خاموش آنکھیں... اُس دن بھیگنے لگیں...وہ بہت روئیں...اتنا کہ بارشیں بھی سہم گئیں۔اور کئی دن سورج خوب چمکا تھا...!!مگر پھر ماں کی آنکھیں خُشک ہو گئیں...تو بارشیں بھی معمول پر آ گئیں۔مجھے لگا باپ کے جانے کے بعد ماں پہلے سے بہتر ہو گئی ہیں...اُن کی آنکھوں کی بےنام سی اُداسی شاید پختہ ہو گئی تھی
یا شاید... اب کچھ رہا نہ تھا...
وہ پہلے سے زیادہ مضبوط اور مہربان ہو گئی تھیں۔"

لائبریری میں روز کے کرنے کے بہت سے کام تھے۔نئی کتابوں کا اندراج... قدیم جلدوں کی مُرمت...واپس کی گئی کتابوں کی ترتیب اور لائبریری کی طرف جرائد کو جانے والی تحریر! کتنے دنوں سے لکھی پڑی تھی —آج اُسے پوسٹ کرنا تھا۔پھر کتابیں لے جانے والے نے طالب علموں کا رجسٹری اندراج!سب نمٹا کر پچھلے کمرے میں آ بیٹھی...تو سیاہ ڈائری جیسے اُسے بے آواز بلانے لگی تھی...

"ماں نے جب بھی اُس کے باپ کا ذکر کیا...تو اُس میں بس یاسیت کھنکتی تھی...نہ مُحبت... نہ نفرت...!!
وہ ہمیشہ کہا کرتی تھیں:

'اَن چاہے رشتے بس ایک "چُپ" کی طرح ہوتے ہیں...
نہ وہ مکمل ہوتے ہیں...نہ ختم...
بس دل کے ایک کونے میں پڑے رہتے ہیں...
اُدھورے، بوجھل اور... بے آواز...!!'
اور یہاں اُس نے سیاہ ڈائری دَھپ سے بند کر دی۔اب اُسے گھر جانا تھا...

"شاید آج بارش نہ ہو اور وہ چھت پر جا سکے..."

اُس نے لکڑی کا بھاری دروازہ عبور کرتے سوچا۔
میل باکس ویسا ہی پڑا تھا...
زنگ آلود اور خالی...

بالکل اُس کے والدین کے تعلق کی طرح...!!

....

گزرتے دنوں کی مسلسل بارشوں کے بعد چھٹے دن...جب سورج نے بادلوں کی اوٹ سے جھانکا مسلسل بارشوں سے میل باکس وہ بھیگ چُکا تھا۔اُس کے کناروں پر سبز کائی جم چکی تھی۔مگر اُفق جانتی تھی۔آج خط آیا ہوگا...اور اُس کے کنارے تھوڑے مرطوب ہوں گے...اور لفظ نَمی میں شاید زیادہ نرم لگیں...!! پھر اُس نے سُرمئی لفافے سے وہ تہ شدہ صفحہ نکالا...

"اُفق...!
تم اب پہلے جیسی نہیں رہیں...
تمہاری آنکھوں میں ایک ٹھہراؤ ہے...!!
اگر تم کبھی جاننا چاہو کہ میں کون ہوں...
تو کسی سے مت پوچھنا...
مگر خُود سے...!!
کیوں کہ اب تم اُس عمر میں ہو جہاں
سچائیوں کو چہرے نہیں...
صرف احساس دیے جاتے ہیں...!!

اگلی بار تمہیں کچھ اور بھیجوں گا...
یا شاید... کچھ بھی نہیں...!!

اُس نے دھیرے سے اُسے پرس میں رکھا...اور سکتہ سی کیفیت میں مُڑی...دل میں کہیں کچھ کھٹکنے لگا تھا...دھڑکا سا لگ گیا تھا...
کسی انہونی کا احساس...!!

....

"یہ چٹھی عام چٹھیوں کی طرح نہ تھی..."
اُس نے سیاہ ڈائری میں لکھا۔اس اتوار چٹھی نہیں آئی تھی۔
کیا یہ سلسلہ اب ختم ہونے والا تھا؟

"ایک سطرسے ہٹ کر مختلف چٹھی...!
ایسی چٹھی مجھے کب آئی تھی..؟ماں کی وفات پر... ایسی ایک طویل چٹھی موصول ہوئی تھی..."

"اگر تم روئی ہو...
تو خود سے شرمانا مت...!
تمہاری ماں اُس محبت کی طرح تھی...
جو سمجھنے سے پہلے ہی خاموش ہو جاتی ہے...!!
تمہیں صبر ملے...
یہ دُعا بھی ہے... اور افسوس بھی!"

اور اُس دن اُسے اُس اجنبی سے بڑھ کر اپنائیت محسوس ہوئی تھی...!!
اس چٹھی سے ماں کے آخری دنوں کی یادیں پھر کسی نم مٹی کی طرح زندہ ہونے لگی تھیں...وہ دن تکلیف دہ تھے...کسی طرح نہ ڈھلنے والے...
اُس کی بستر سے لگی ماں...اور وہ بےبس...ہسپتال کے بنچ پر اللہ سے دعائیں کرتی۔ مگر...

"جب جب جو جو ہونا ہوتا ہے...تب تب سو سو ہوتا ہے..."

اُس کی ماں بیمار نہیں تھی...بس... وہ...

شاید وہ cursed تھی...!!

ہاں... cursed…

"curse of not being choosen...!!"

"curse of not being loved...!!"

یہ ملال ماں کی آنکھوں میں نظر آتا...
اور اُس نے ہمیشہ ماں کو اِن آنکھوں کے ساتھ دیکھا...اور پھر وہ آنکھیں بند ہو گئیں...ہمیشہ ہمیشہ کے لیے...!!
رات بارش نہیں ہوئی تھی...بس مطلع اَبر آلود رہا تھا...
مگر اُفق کی آنکھیں بھیگتی رہی تھیں...
خاموشی سے۔

....

دو ہفتے بیت چُکے تھے۔
چٹھیوں کا سلسلہ تھم سا گیا تھا...جیسے کچھ اَن کہا سا رہ گیا ہو...دل میں کہیں... خاموش پڑا ہو ... !!
بوڑھا پیپل اُس میل باکس کو ملال سے دیکھتا...اور اُسے اپنے زرد پتوں سے بھر دیتا۔وہ روز وہاں سے گزرتی، اُس میں سے زرد پتوں کو نکالتی...اور اُسے خالی پا کر پلٹ جاتی...!!

آج وہ لکڑی کا بھاری دروازہ دھکیلتی اندر آئی. تو دیکھا وہ لڑکا پھر وہیں موجود تھا۔وہی لڑکا جو پچھلے ایک ہفتے سے روز آتا تھا۔کتابوں کے اونچے ریک کے ساتھ کھڑا...کچھ ڈھونڈتا ہوا۔جب اُس کی متلاشی نظریں اُفق سے ٹکرائیں۔

"السلام علیکم"
سر کو ہلکا سا خم دیا۔ نیچی، مگر صاف آواز۔

"وعلیکم السلام"
نیلا چھاتا کھونٹی سے لٹکاتی وہ آگے بڑھنے لگی۔

"آج شاید آپ لیٹ ہیں"

اُس نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔لائبریری کی وال کلاک کام نہیں کرتی تھی، ایک ہفتے میں اُسے یہ تو معلوم ہو چکا تھا

"جی... شاید"
وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔پھر اپنی کرسی پر جا بیٹھی۔

"کون سی کتاب چاہیے آپ کو؟... اندراج کروا دیں..."
اُس نے رجسٹر کھولا اور قلم سنبھال لیا۔

لڑکے نے ایک لمحے کو اُسے دیکھا،جیسے سوال صرف کتاب کا نہ ہو۔
مگر پھر اُس قطار کی طرف اشارہ کیاجہاں پرانی فلسفیانہ تحریریں رکھی تھیں۔
"کسی کا ذاتی مجموعہ ہے...بغیر مصنف کے نام کے...بس ایک نشان ہے سرِ ورق پر"
اب وہ ریک سے ٹیک لگائے اُسے دیکھتا ہوا بتانے لگا۔

اُفق نے اُس کے اشارے کے تعاقب میں دیکھا ...پھر اٹھنے لگی...تو وہ خود ہی آگے بڑھ کر کتاب اٹھا لایا۔ پھر کتاب اُسے تھما دی۔

سفید سرِ ورق کی کتاب...ہاں یہ اُسے کسی جنم دن پر ملی تھی... اُس چٹھّی کے ساتھ...اسے یہی کتاب کیوں چاہیئے تھی؟
... وہ چٹھی کا نہ آنا پھر دل کو اُداس کرنے لگا...

"یہ ابنِ عربی کی کتاب ہے"
اُس نے ایک نظر سرِ ورق پر ڈالی...

"ابنِ عربی...؟"
لڑکے نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"یہ کون ہیں؟"
پھر سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ٹانگ پر ٹانگ جما لی۔بالآخر اب کچھ ایسا تھا جس پر وہ بولنے والی تھی...چند سطروں سے زیادہ!!

اُفق نے ایک نظر اُس فُرصت کو دیکھا, جس سے بیٹھ کر اب وہ اُسے سننے والا تھا۔پھر دھیرے سے کتاب کھولی اور کہنے لگی...

"وہ ایک صوفی تھے...
سیاح... فقیہ...
ایک ایسا شخص جو لفظوں کے ذریعے روحوں سے بات کرتا تھا...!!
اُس نے وقت، خواب اور عشق کو نئے معنی دیے...
وہ کہتا ہے کہ خدا کو صرف علم سے نہیں...
بلکہ عشق سے بھی پہچانا جا سکتا ہے"

وہ خاموش ہوئی۔ تولڑکے نے جیسے داد دینے کے سے انداز میں سر ہلایا۔
اُفق نے رسید کاٹ کر اُسے تھمائی۔تو وہ رسید لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اچھا بولتی ہیں آپ...پھر چُپ کیوں رہتی ہیں؟"

پھر جیسے رُک کر کہا۔
اُفق نے چونک کر اُسے دیکھا...پھر ٹھہر کر...
وہ دراز قد تھا اور اُس کی آنکھیں بھوری تھیں...
ہاں! بالکل اُس کے اُونی کوٹ جیسی...جو اُسے ماں نے دلوایا تھا۔

"اچھا بولتی ہو تم... پھر چپ کیوں رہتی ہو؟"

یہ لہجہ... یہ اپنا اپنا سا کیوں لگا...؟شاید پہلے بھی کسی نے کہا تھا...
نہیں... کسی نے لکھا تھا شاید...
ذہن میں کہیں گھنٹیاں سی بجنے لگیں...

"نہیں... یہ نہیں ہو سکتا..."

اُس نے ذہن جھٹکا...پھر نظریں جھکا لیں...
پھر یوں ہی دراز میں چیزیں الٹ پلٹ کرنے لگی...بولی کچھ نہیں۔
کسی قسم کا جواب نہ پا کر...وہ پلٹ گیا...پھر بھاری لکڑی کا دروازہ چوکھٹ سے الگ کیا...

"اُفق!"
یوں ہی رک کر پکارا۔

"ہاں؟"
اُسے اُس سے یوں اپنا نام لینے کی توقع نہ تھی۔

"کبھی چٹھیاں نہیں آتیں...
کیوں کہ اب اُن کی ضرورت نہیں رہتی...!!
یا شاید اب ہمیں نہیں لکھا جائے گا...
کیوں کہ... اب ہمیں خود لکھنا ہے...!!"

کہہ کر وہ رُکا نہیں...
وہ جوابوں کا منتظر نہیں تھا۔وہ خود میں ایک جواب تھا...
کئی اُلجھنوں کا!!

وہ چلا گیا تو اُفق کچھ لمحے اُس بند دروازے کو دیکھتی رہی ...
نہیں... وہ شاید زیادہ سوچنے لگی ہے...

پھر یاد آیا اُس کی دی ہوئی کتاب کل کی یوں ہی پڑی تھی...اُس کا اندراج کرنا ابھی باقی تھا۔پھر میز پر سے وہ موٹی سرمئی سرِ ورق کی کتاب اپنے پاس سرکائی...اسے کھولا توپہلے صفحے میں ایک چٹھی سی اڑسی ہوئی تھی...
ایک لمحے کے لیے اُفق سانس نہ لے سکی..."نہیں!"
اُس نے دھڑکتے دل کے ساتھ وہ چٹھی نکالی۔تہہ شدہ کاغذ میں بھی وہ دیکھ سکتی تھی...سرخ روشنائی سے لکھے الفاظ....وہی انداز...!!
کسی خواب کی سی کیفیت میں اُس نے تہہ کھولی...

"تم جس نظر سے دنیا دیکھتی ہو...
میں بھی تمہیں اُسی نظر سے دیکھ رہا ہوں... برسوں سے..!!"

"پیاری اُفق کے نام"

اور ساری دنیا تھم گئی تھی--!

....

"وہ کیسے جانتا تھا کہ وہ اُن چٹھیوں کا انتظار کرتی ہے؟" شاید اُس نے اُسے میل باکس کے پاس دیکھا ہو... شاید!

پودوں کو پانی دے کر وہ چھت پر چلی آئی تھی۔ پچھلے دو دن سے سورج خوب چمک رہا تھا، اور آج وہ یوں ڈوب رہا تھا جیسے... واپس نہیں آئے گا... کبھی نہیں!

"مگر اُس کی دی ہوئی کتاب سے چٹھی کا برآمد ہونا... یہ کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا!"

چائے کا مگ ہاتھ میں پکڑے چھت پر ٹہلتی وہ شام کا ہی حصہ لگ رہی تھی۔ اُس کا گلابی دوپٹہ ہولے ہولے سے اُڑتا، جیسے ہوا اُسے روکنا چاہتی ہو... کچھ کہنا چاہتی ہو...!!

"اور اُس کا نام... اُسے اُفق کا نام کیسے پتا تھا؟"

اُس کی لمبی مُڑی ہوئی پلکوں کے حصار میں سیاہ آنکھیں کسی سوچ میں تھیں... اور اُن میں ڈھلتی شام کا عکس...!! جیسے شب کے آخری پہر ٹمٹماتا چراغ!!

"نام...!! ہاں، اُس کا نام کیا تھا...؟؟" اُس نے یاد کرنا چاہا...

وہ رجسٹر پر درج تھا... پچھلے ایک ہفتے سے وہ مسلسل آ رہا تھا... ساتھ خانوں میں ایک ہی نام لکھا تھا...!!

"ازمیر" ہاں...

"ازمیر"... اُس نے ہولے سے دہرایا۔ پھر پلٹی... جلدی سے سیڑھیاں اُترنے لگی... ڈھلتے سورج نے آخری نظر اُسے ملال سے دیکھا...

"ازمیر". تیسرے خانے میں لکھا تھا ۔

رات دھند بھری بارش ہوئی تھی... جیسے کوئی رو رہا ہو... بے بس!! ...جیسے کوئی روئے... غلط سمجھے جانے پر!!

"ازمیر" اور چوتھا

پتھروں سے بنے مکان دھل دھلا سے گئے تھے... گلیوں میں جگہ جگہ کھڑا پانی اور اُن میں گزرنے والوں کا عکس...! یوں ہی کسی نشیب میں ٹھہرے پانی نے اُسے دیکھا... وہ نیلا چھاتا

سنبھالتی ہم رنگ لباس پہنے ہوئے تھی...!! سفید آسمان اور اُس کے نیلے لباس کا عکس ایک ساتھ اُس ٹھہرے پانی میں سما گئے...

"ازمیر"

اور اُس کی آنکھوں میں ایک چُپ ٹھہری تھی... جیسے...
موسلا دھار بارش سے پہلے کی ہوا...!!
طوفان سے پہلے کی خاموشی!!
اور چیخنے سے پہلے ضبط کی آخری کوشش!!

"ازمیر"

وہ قریبی اسکول میں اُردو کا نیا اُستاد تھا۔ حال ہی میں اُس کا تبادلہ اِس پہاڑی علاقے میں ہوا تھا۔اردو ادب اور کتابوں سے قربت کے باعث اُس نے پہلے ہی دن کتب خانے کی راہ لے لی تھی...

"اُنہیں یہاں، اِس مرطوب علاقے میں رہنے میں کافی دقت محسوس ہوتی ہے۔ مگر وہ کہتے ہیں... اُن کا یہاں آنا ضروری تھا۔" ایک طالب علم نے اُفق کو بتایا۔

"ہم نے اُنہیں خط لکھتے دیکھا... مگر اُنہوں نے انہیں پوسٹ نہیں کیا۔"

لڑکیوں سے زیادہ جاسوسی کون کر سکتا ہے...
!!...Girls investigate
"!!...Their whole gang investigate

وہ اُس کے بارے میں سب معلوم کر چکی تھی...!!

بظاہر سب صحیح لگتا تھا... مگر کچھ تھا جو صحیح نہیں تھا... اور وہ محسوس کر سکتی تھی...
اور پھر وہ چٹھی...؟؟
کیسے کوئی اجنبی اُس کی زندگی اجیرن کر سکتا ہے؟ اور اتنے سالوں بعد کیا اب اِس کا کریڈٹ لینے آیا ہے...؟؟بہت خوب . کریڈٹ بنتا بھی ہے . کیوں اس نے اتنے سالوں کو صرف ایک سسپنس بنا دیا ..؟ وہ اُس سے پوچھے گی...
ضرور! پھر چاہے وہ مانے... یا مکر جائے!!

"اگلی بار تمہیں کچھ اور بھیجوں گا... یا شاید... کچھ بھی نہیں...!!"

اور اگلے ہفتے وہ لائبریری آیا تھا... اور اگر وہ آیا تھا تو ماننے کے لیے ہی آیا تھا... یقیناً!

آج آخر اُسے سب سوالوں کے جواب ملنے والے تھے... بالآخر...!!

"ازمیر" ساتویں خانے میں بھی وہی نام لکھا تھا...!

لکڑی کا بھاری دروازہ کھولتی وہ اندر داخل ہوئی...
عادتاً قدم میل باکس کی طرف اٹھ گئے.....
افف نہیں..... بس چٹھی کا انتظار ختم ہو چکا تھا... وہ تماشہ اب مزید نہیں...!!
وہ پلٹنے لگی..... مگر پھر ٹھٹکی... میل باکس میں زرد پتوں کے بیچ کچھ سفید سا تھا...
وہ آہستہ سے قدم بڑھاتی قریب پہنچی...
زنگ آلود میل باکس گیلا تھا اور زرد پتے چپکے پڑے تھے... مگر اندر سے وہ خشک تھا...
بس کناروں سے مرطوب، ہوا نے اسے زرد پتوں سے ڈھک دیا تھا.... اور شاید رات میں رکھے
لفافے کو بھی...
اس نے زرد پتے ہٹائے، لفافہ اٹھایا اور اس میں چٹھی کو الگ کیا... وہ جیسے سب ایک سانس میں
کر لینا چاہتی تھی
پلک جھپکائے بغیر....
سیاہ روشنائی سے لکھی.... سطور!....
اور وہ واقعی پلک نہیں جھپک پائی تھی...

"پیاری افق..!

کیا تم نے کبھی ایسے شخص کے بارے میں سوچا ہے؟
جسے کسی ان چاہے رشتے میں بندھنا پڑے...!!
یا ایسی پگڈنڈی پر چلنا پڑے جو اسے پسند نہیں..

'آپ کے پاؤں سلامت ہیں مگر آپ تھکے دل کے ساتھ چل نہیں سکتے'

ہزاروں مصلحتیں یا سینکڑوں وجوہات... سب بے وقعت ہوجاتے ہیں
کیوں کہ...

'دل جو چاہتا ہے وہ چاہتا ہے....!!'

'دل جو چاہتا ہے وہ چاہتا ہے'

اور...
کچھ چاہتیں غیر مشروط ہوتی ہیں...
سینے میں دل کی طرح پیوست ہوتی ہیں...!!
رگوں میں خون کی طرح دوڑتی ہیں...!!
چاہے چہرے شناسا نہ رہیں... یا
برسوں کی دھول انہیں گہنا دے.... مگر
وہ رہتی ہیں... ہیروں کی مانند...
قیمتی..... اور ناقابل تردید...!!
اگر تم کبھی سوچو...
ایسے شخص کے بارے میں.... جو

محبت جتا نہیں سکا...
ندامت دکھا نہیں سکا...
دعا بھی دے نہیں سکا...
واپس آ نہیں سکا.....!!

اگر تم سوچو کبھی ایسے شخص کے بارے میں....
تو یہ بھی سوچنا.... کہ وہ
تمہارا باپ تھا....!!"

اس نے صفحہ نہیں پلٹا... وہ جانتی تھی...

"‘پیاری اُفق کے نام’ چٹھی آ ہی گئی آخر"

ازمیر پیچھے سے بولا ... جانے وہ کب آیا تھا۔

مگر وہ چونکی نہیں۔
وہ شاید اب کبھی چونکے گی نہیں، ٹھٹھکے گی نہیں، ڈرے گی نہیں ...

ہر حِیرت دم توڑ چکی تھیں!

"آپ کو کیسے پتا تھا؟"
وہ بولی تو اُس کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔

"کس چیز کے بارے میں؟"
وہ گھوم کر سامنے آیا۔
افق کی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں ... نمناک۔ اور چہرہ بھیگا ہوا تھا۔

"پیاری اُفق کے بارے میں؟"
سارے زمانے کی تھکن اس کے لہجے میں اتر آئی تھی۔

وہ ہولے سے مسکرایا، مگر پھر جب بھیگی آنکھوں میں دیکھا تو چہرے پر تکلیف ابھری ...

"اس ابن عربی کی کتاب میں سے ایک چٹھی نکلی تھی۔
اُس کے پیچھے لکھا تھا ... آپ کا نام۔"
اُس نے بوڑھے پیپل سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا۔

اور یقیناً اس نے وہ چٹھی اس کتاب میں ڈال دی تھی .
"اوہ..."
اُس نے دھیرے سے سر ہلایا ... پیپل کے پتوں سے چھن کر آتی روشنی اُس کی بھیگی آنکھوں میں چبھ رہی تھی۔
ابھی کئی آنسو پلکوں پر بوجھ بنے ہوئے تھے ...

ازمیر نے ایک ٹھہری نظر اُس کے چہرے پر ڈالی ...
پھر کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ...
مگر پھر ارادہ ترک کر دیا ...
اُسے لگا، وہ رونے والی ہے ... بہت سا۔

"وہ میرا باپ تھا...!!"
وہ بولی تو اُس کی آواز میں شیشے کی سی کھنک تھی۔

"اوہ..."
اُس کے چہرے پر حیرت زیادہ تھی یا اطمینان، اُفق فیصلہ نہ کر پائی۔

"آپ کے والد نے آپ کو چٹھی کیوں—"

"وہ جا چکا تھا!"
وہ دبا دبا سے چیخی ...
آنسو، آنسو، بَہل بَہل اُس کے چہرے پر بہنے لگے ...

وہ بےاختیار سا آگے آیا ... اُس کے سامنے ...
اب وہ سائے میں تھی،
سورج کی روشنی اُس تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

"وہ جا چکا تھا ... تو پھر وہ کیوں آیا؟
اگر آ گیا تھا ... تو پھر اب کہاں ہے؟"
وہ رو رہی تھی ... وہ لڑ رہی تھی۔

"وہ ہمیشہ تھا ... یہیں!"
"تو پھر وہ ہم سے ملنے کیوں نہیں آیا؟
غم سے وہ پیچھے ہٹنے لگی ...

"اسے لگتا ہے چٹھیاں کافی ہیں؟ بے نام چٹھیاں ...!! اور ..."
شدتِ غم سے وہ مزید بول نہ پائی ...
بس وہ رونے لگی ... بہت سا۔

وہ رو رہی تھی ...
اور وہ کھڑا رہا اُس کی بھیگی آنکھوں پر سایہ کیے ... خاموش!

پھر جب وہ کچھ سنبھلی، تو وہ آہستہ سے بولا:

"دو دن پہلے، آپ نے ایک بچے کو ڈانٹ دیا "

اُفق نے چہرہ اٹھا کر اُسے دیکھا۔پیپل کے پتوں سے چھن کر آتی دھوپ اُس کے نیم رخ پر پڑ رہی تھی۔

"کیونکہ اُس نے کتاب دیر سے واپس کی تھی۔"

وہ اب اُفق کو نہیں دیکھ رہا تھا، اُس کی نظریں پچھلے کمرے کی کھڑکی پر جمی تھیں،جس سے پیپل کی سرسراتی شاخیں ٹکرا رہی تھیں۔

"آپ نے اُسے نئی کتاب بھی نہیں دی۔کیونکہ بقول آپ کے وہ اب قابلِ بھروسہ نہیں تھا ... غیر ذمہ دار۔ وہ چپ چاپ چلا گیا۔ مگر جو الجبرا کی کتاب وہ لینے آیا تھا ...اگلے روز وہ اُس ٹیسٹ میں فیل ہو گیا۔اور وظیفے پر پڑھنے والے بچے کے لیے یہ اچھا نہیں تھا۔
بعد میں آپ جان گئی ...شاید آپ نادم بھی ہوں۔ مگر آپ نے اُس بچے سے کوئی معذرت نہیں کی۔ وہ دوبارہ کتاب لینے آیا ...آپ کچھ کہہ سکتی تھیں ...مگر آپ نے نہیں کہا ...سوائے اِس کے کہ 'کتاب وقت پر واپس کرنا'۔ کیوں؟ آپ نے ایسا کیوں کیا؟"
اب وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا ...جہاں آنسو ٹھہر سے گئے تھے ...

"میں ..." اُفق نے لفظ جوڑنے چاہے

"کیونکہ آپ اپنے والد جیسی ہیں ...!" اُس کا لہجہ ایک دم حتمی سا ہو گیا ...

"ہاں ...؟" وہ جو کچھ کہنے والی تھی ... رک گئی۔

"نہیں ... ایسا نہیں ہے!" وہ جلدی سے تردید کرنے لگی ...
شاید اُسے کبھی کسی نے اُس کے باپ جیسا نہیں کہا تھا ...!!

"میں نے معذرت نہیں کی ...کیونکہ ... اب اِس کا فائدہ نہیں تھا۔اِس سے فرق نہ پڑتا۔جو ہوا اُس کا مداوا نہیں ہو سکتا تھا ...اور ہاں ... میں نادم تھی..."

"میں نے کہا نا، آپ اپنے والد جیسی ہیں!" اُس نے نرمی سے اُس کی بات کاٹی۔

"کچھ لوگ نہیں ہوتے ...معافی مانگنے والے ...
ہاں، کچھ ہوتے ہیں ...اعتراف کے ظرف کے ساتھ۔
مگر سب نہیں۔
انہیں لگتا ہے کہ شاید ان کا اعتراف سامنے والے کو مزید تکلیف دے گا ...
اور شاید اس کے بعد نہ ملنے والی معافی ...اور نفرت ... انہیں توڑ دے گی۔
ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔
اس لیے وہ رہتے ہیں ...ندامت کے بوجھ کے ساتھ ...مگر ... خاموش!"
وہ پھر سے پرانے پیپل کو دیکھ رہا تھا۔

اُفق کچھ بول نہ سکی ...کچھ لمحے خاموشی سے سرک گئے

"لیکن میری ماں" اس کی آنکھوں میں تکلیف ابھری ۔

"ہر شخص کو اس کے حصے کی محبت ملتی ہے ---افق ! کوئی کسی کی محبت کسی کی جھولی میں نہیں ڈال سکتا --!!"
پھر اس نے کچھ وقفہ لیا ---
"میں اُن کے اقدام کو ہرگز صحیح نہیں سمجھتا۔ مگر اُن چاہے رشتے بھی کسی بوجھ کی طرح ہوتے ہیں ...اُن سے دستبرداری ہی بہتر ہوتی ہے۔
شاید..."

اور اُفق کو یاد آیا، باپ کے جانے کے بعد ماں کی شخصیت میں ایک ٹھہراو آ گیا تھا...!!

"ہاں، اُنہیں آنا چاہیے تھا ... کم از کم آپ کے لیے!
اور پھر یہاں ہر شخص کسی نہ کسی زیاں کے ساتھ زندگی گزارتا ہے... اُفق!
ہم کیوں دوسروں کا بوجھ بھی اپنے کندھوں پر لیں؟ اِس بوجھ کو جانے دیں اور اُنہیں معاف کر دیں...یہ آپ کو ماضی کی زنجیروں سے آزاد کر دے گا!

پھر وہ ٹھہرا ... اور دوبارہ سے بات شروع کی ...

"شاید ہم اُن سے محبت نہ کر سکیں جنہوں نے ہمیں دکھ دیا...
مگر ہم اُس دُکھ کو چھوڑ سکتے ہیں جو وہ دے گئے...
تاکہ ہم آگے بڑھ سکیں۔
اُفق...!

آپ اُس دُکھ کی وارث تو نہیں ہیں جو آپ کی ماں نے جھیلا ...
آپ اُس روشنی کی بھی تو حق دار ہیں جو آپ کو ملنی چاہیے...!!"

کئی لمحے خاموش سرکے .

"ہاں، شاید..."
وہ قدرے توقف سے بولی، پھر نظریں جھکا لیں...
اب وہ بہتر محسوس کر رہی تھی ...
شاید صدیوں کا غبار ... آنکھوں کے ذریعے چھٹ گیا تھا۔

پھر اُس نے وہ آخری چٹھی بھی پرس میں ڈال دی .

"کبھی چٹھیاں نہیں آتیں ...کیوں کہ شاید اب اُن کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ازمیر چٹھیاں بھیجتا تھا .بس وہ ---پرکھ سکتا تھا ---حالات کو اور لوگوں کو ---افق سے بہتر ۔

کچھ باتیں لفظوں میں مکمل نہیں ہوتیں ...
بس خاموشی میں بخش دی جاتی ہیں ...!!

پہلی بار اُس نے خود کو آزاد کر دیا تھا ...
اور اپنے باپ کو بھی!

اُس نے ایک لمبی سانس لی ...بالآخر یہ معمہ حل ہوا تھا!!

اور انجام وہ نہیں ہوتا جب کوئی چلا جائے ...یا واپس آ جائے ...
انجام تو وہ ہوتا ہے جب دل کی مٹی ہلکی محسوس ہو...!!

"ویسے میں بھی اچھا بولتا ہوں ... ہے نا؟"
وہ کافی دیر چپ رہی تو وہ یونہی پوچھنے لگا۔

"ہاں" ... آ ... نہیں ... اُف! دانتوں تلے زبان دبائ۔
اسے نہیں ماننا تھا کہ وہ اچھا بولتا ہے۔

"شکریہ"
وہ سینے پر ہاتھ رکھے، ہلکا سا جھکا ... پھر دل کھول کر مسکرایا۔

اُفق نے دیکھا ... پیپل کے پتوں سے چھن کر آتی دھوپ میں ...

اُس کی آنکھیں ... وہ بھوری نہیں تھیں ...

بلکہ سنہری سی لگ رہی تھیں۔

جیسے ... جیسے اُفق پر سورج طلوع ہوتا ہے...!!